سرد دسمبر کی سہانی شام

ریما نُورِ رضوان

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سرد دسمبر کی سہانی شام

ریما نوُر رضوان

موسم سرما کی شدید موسلا دھار بارش کل سہہ پہر سے جو شروع ہوئی تھی رات کے پانچ بج رہے تھے بارش اب تک نہ تھمی تھی۔زونائشہ کے لب اس دشمن جان کی سلامتی کے لیے مسلسل وظائف پڑھ رہے تھے اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔شمالی علاقاجات میں شدید بارش کی وجہ سے لینڈ سلائیڈنگ ہونے کے باعث مواصلاتی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔وہ کل سہہ پہر سے مسلسل اسے کالز کر رہی تھی۔وہ صبح چھ بجے اسلام آباد کے لیے نکل گیا تھا اسے ہیڈ آفس میں ایک امپارٹنٹ میٹنگ میں شرکت کرنی تھی وہ دو پہر بارہ بجے واپسی آنے کا کہہ کر گیا تھا۔لیکن گھر سے جانے کے بعد تو رابطہ ہی نہ ہو سکا تھا۔وہ مری پی ٹی آفس میں سے کل سے اب تک متعدد بار کال کر چکی تھی سب بے سود تھا اسکی کوئی خیر خبر نہیں مل رہی تھی۔زونائشہ کے دل کو مختلف خدشات نے گھیر ے ہوئے تھا۔وہ کل سے جلے پیر کی بلی کی مانند کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔اسے کسی پل چین نہیں مل رہا تھا۔انجان جگہ اپنوں سے میلوں دور وہ سہمی ہوئی تھی۔ من ہی من درود تنجینا کا ورد کر رہی تھی اس نے ایک حدیث مبارکہ میں پڑھا تھا کہ صدق دل سے مشکل کے حل کے لیے اگر اس دورد شریف کا ورد اک ہزار مرتبہ کیا جائے تو ان شاء اللہ پاک دورد شریف کی تعداد مکمل ہونے سے قبل ہی اللہ پاک کرم کرے گا مشکل رفع ہو گی۔بس وہ آنکھیں میچے بے خودسی مسلسل دورد تنجینا پڑھے جا رہی تھی۔ محبت بھی کیا شے ہے کہ انسان کو بے خود سا کر دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہیلپ۔۔۔۔۔۔۔ہیلپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسکے حلق میں کانٹے چھبنے لگے تھے۔خشک لبوں پر زبان پھیر کر تر کیا تھا۔

حدیف پچھلے چھ گھنٹے سے مسلسل چلا رہا تھا۔کہ شاید کوئی اسکی آواز سن لے اور اسکی گاڑی کو اس بڑے پتھر کے نیچے سے نکالنے میں مدد کرے۔اسے معلوم تھا جب تک مطلع صاف نہیں ہو جاتا بارش تھم نہیں جاتی تب تک ریسکیو نہیں آسکتے۔اسے تو خود سے زیادہ اس کی فکر تھی جسکا دل بجلی کی گرج چمک سے دہل جاتا ہے۔وہ چلا چلا کر پورا گھر سر پر اٹھا لیتی ہے۔

نجانے اس خراب موسم میں وہ کیا کر رہی ہو گی۔

حذیف کا دل زونائشہ کے لیے فکر مند تھا۔وہ آیتہ الکرسی کا ورد جاری رکھے ہوئے تھا۔نجانے کیا وقت ہو رہا ہو گا۔

نجانے گاڑی کس پہاڑی پر گری پڑی ہے۔

نجانے کسی کی نظر یہاں پڑے گی یا نہیں۔

نجانے کوئی مدد کو آئے گا کہ نہیں۔

اسکا دماغ بری طرح الجھا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ اللہ کر کے بارش تھمی تو لوگ باہر کا جائزہ لینے نکلنے لگے۔ پہاڑی پر اوندھی پڑی ہوئی گاڑی دیکھ کر دو لڑکے جو مکمل گرم کپڑوں میں ملبوس تھے۔ جنکے ہاتھوں میں کافی کے ڈسپوزیبل کپ تھے۔ وہ سیاہ کرولا کو دیکھ کر رک گئے تھے

"حاشر! وہاں کوئی ہے شاید ہمیں اسکی مدد کرنی چاہیے۔۔۔"

"احمد! ایسا نہ ہو کہ ہمیں خود مدد کی ضرورت پڑ جائے۔۔۔" حاشر خوفناک پہاڑی کے پر خطر کٹ دیکھ کر کہنے لگا تھا۔

"یار۔ کوشش کرتے ہیں۔ میرا دل کہہ رہے ہے کہ جیسے وہاں کوئی ہے۔" احمد بضد ہوا تھا۔ اور وہ اس پہاڑی کی جانب چلنے لگا تھا۔

"میرے یار تیری خوشی کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھ رہا ہوں۔" حاشر احمد کے پیچھے چلتا ہوا جتا گیا تھا۔

"میرے یار جتا نہیں مجھے معلوم ہے تو بنا دم کے شیر ہے۔۔۔۔۔۔" احمد مزاحیہ انداز میں بولا تھا۔

"کوئی ہے کیا۔۔۔۔۔۔۔" احمد نے گاڑی کے قریب پہنچ کر آواز لگائی تھی۔

"ہیلپ پلیز۔۔۔۔۔" حذیف فوراً ہی چلایا تھا۔

"حاشر دیکھا اندر کوئی ہے۔"

"احمد یہ گاڑی درخت پر اٹکی ہوئی ہے۔ اگر ہم اسے نہ بچا سکے تو ہم اسی پہاڑی سے کھائی میں گر جائیں گے۔" کئی فٹ گہری کھائی دیکھ کر حاشر کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

"سر آپکی گاڑی میں رسی ہے کیا۔۔۔" احمد نے حاشر کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہانک لگائی تھی۔

حذیف نے جھٹ رسی باہر پھینکی تھی۔" احمد رسی اٹھا کر مضبوط ٹیلے پر لگے درخت پر باندھنے لگا تھا۔

"سر پلیز کیچ کیجئے۔۔۔" احمد تیز آواز میں بولا تھا۔ اور ساتھ ہی رسی گاڑی کے نیچے پھینکی تھی جو کہ تیز ہوا کے باعث لہرا کر گاڑی اوپر چلی گئی تھی۔

"احمد! رسکی ہے یار۔۔۔" حاشر ڈرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سر آپ آرہے ہیں۔" احمد استفسار کر رہا تھا۔

"ہاں میں آرہا ہوں بس دومنٹ میں ڈیش بورڈ سے سے ضروری سامان نکال رہا ہوں۔" حذیف چلایا تھا۔

"احمد تو کس بے وقوف آدمی کی مدد کر رہا ہے جسکے سامنے موت کھڑی ہوئی ہے اور وہ سامان وامان اکھٹا کرنے میں لگا ہوا ہے۔" حاشر بھنا گیا تھا۔

"حاشر پلیز یار فالتو کی باتوں سے دعائے خیر کر لے۔" احمد کوفت زدہ سا بولا تھا۔

حاشر کا منہ اتر گیا تھا۔ حذیف نے تمام ضروری چیزیں اپنی شرٹ کی جیب میں احتیاط سے رکھ لی تھی اور اب وہ اللہ پاک کا نام لے کر درود شریف کا ورد کرتے ہوئے رسی کو مضبوطی سے اپنی کمر پر کس کے باندھ رہا تھا۔ رسی ٹائٹ باندھنے کے بعد وہ فرنٹ ڈور سے گاڑی کی چھت پر چڑھ ہی رہا تھا کہ گاڑی بری طرح ہلنے لگی تھی۔ احمد اور حاشر بھی درود شریف پڑھ رہے تھے۔ حذیف نکلا ہی تھا کہ گاڑی تیز رفتاری سے کھائی میں گرتی چلی جارہی تھی۔ حذیف کے اوسان خطا ہوگئے تھے لیکن وہ ہمت کرتا ہوا رسی کو تھامتا اوپر کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ کل سے بھوکا پیاسا اسکا جسم اس مشققت کے لیے ہرگز تیار نہ تھا لیکن وہ ہمت کر رہا تھا کہ اللہ پاک نے اسکی دعاؤں کے صدقے اپنے نیک بندے اسکی جان بچانے کے لیے بھیج دئے ہیں تو اسے بھی اپنی جان بچانے کے لیے ہمت وحوصلہ کرنا ہوگا۔ بارش اک بار پھر شروع ہوچکی تھی حذیف بس کچھ ہی دوری پر تھا۔ حاشر اور احمد اسے اوپر کی جانب کھینچتے ہوئے پسینے میں شرابور ہوگئے تھے۔

"احمد بس میری ہمت جواب دے گئی ہے۔" حاشر ہانپتے ہوئے بولا تھا۔

"میرے یار بس وہ دیکھ وہ سامنے ہے چھ قدم کے فاصلے پر۔" احمد نے حوصلہ دیا تھا۔

"ابے اوے وہ آدھی پہاڑی پر لٹکا ہوا ہے۔" حاشر چلایا تھا۔

"حاشر اللہ پاک کو بہت پسند ہے کہ ہم کسی کی مشکل میں اسکے کام آئے۔ اللہ پاک نے ہمیں اسکی مدد کے لیے چنا ہے ہم ان شاءاللہ پاک اسے اپنے ساتھ لے کر لوٹیں گے۔" احمد پراعتماد لہجے میں بولا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"زونی! جلدی چل چھت پر کالی گھٹا چھا رہی ہے۔۔۔۔۔"

زونائشہ اپنے روم میں رائیٹنگ ٹیبل پر جھکی ڈائری میں کچھ نظمیں لکھ رہی تھی اس نے احسن بھائی کی فیس بک پر شعر و شاعری پیج لائک کیا ہوا تھا۔ تو جو شاعری اچھی لگتی وہ جلدی سے اپنے پاس محفوظ کر لیتی اس وقت بھی احسن بھائی اپنا موبائل اسے دے کر دوستوں کے ساتھ نکلے ہوئے تھے۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی۔ کہ ندا کی آواز آئی تھی

لبوں کو کھولنا ہو گا

کہ سچ سچ بولنا ہو گا

جگر پر وار کر بیٹھی

اچانک پیار کر بیٹھی

وہ پگلا ہے وہ جھلا ہے

مگر من کو وہ بھاتا ہے

غموں سے چور ہوتی ہوں

جو اس سے دور ہوتی ہوں

میں اس بن رہ نہیں سکتی

بہت مجبور ہوتی ہوں

اسے میں خواب میں پا کر

بڑی مسرور ہوتی ہوں

وہ جب بھی دور جاتا ہے

بہت رنجور ہوتی ہوں

محبت نام ہے اس کا

یہی تو کام ہے اس کا

نظم مکمل ہی ہوئی تھی کہ حذیف کی کال آرہی تھی۔اس نے اگنور کر دی وہ تو بیک ٹو بیک کال کرے جارہا تھا۔نہ چار اسے کال اٹینڈ کرنی پڑی تھی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔" حذیف زونائشہ کی آواز پر چونکا تھا۔

"زونی تم۔۔۔احسن بھائی کا سیل فون تمہارے پاس کیا کر رہا ہے۔۔۔؟" وہ جرح کر رہا تھا۔

"احسن بھائی دوستوں کے ساتھ نکلے ہوئے ہیں میں انکے سیل فون فیس بک آن کر کے شاعری لکھ رہی ہوں۔" اس نے تفصیلا جواب دیا تھا۔

"او تو سیل فون تمہارے پاس ہے تو کیا مجھے کال ریسیو کرنے کی بھی اجازت ہے کہ کسی کی بھی کال اٹینڈ کرلو۔" وہ بھنا گیا

تھا۔

"جی نہیں میں کال ریسیو نہیں کرتی آپ ہی بار بار کرے جا رہے تھے تو ریسیو کرنی پڑی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

حذیف نے بنا کچھ کہے لائن ڈسکنکٹ کر دی تھی۔ زونائشہ نے بھی دوبارہ سے لکھنا شروع کر دیا تھا۔

"زونی۔۔۔۔۔۔۔۔" ندا کی آواز دوبارہ آئی تھی۔

"ندا! ابھی نہیں آسکتی۔" "میں شاعری لکھ رہی ہوں۔

زونائشہ نے انکار کر دیا تھا۔ کالی گھٹا تو چھائی ہوئی تھی یکدم ہی بادل برس پڑا تھا۔ جھماکے کے ساتھ بجلی چلی گئی تھی۔ بادلوں کی تیز گرج کی آواز سے اس نے ڈائری بند کر دی تھی۔

"مما۔۔۔۔۔" وہ جھٹ کمرے سے نکل آئی تھی۔

کالے بادلوں کی وجہ سے دن میں بھی سیاہ رات محسوس ہو رہی تھی۔ گھپ اندھیرے کی وجہ سے وہ کسی سے ٹکرا گئی تھی۔ بادل اک بار پھر بہت زور سے گرجے تھے۔

"مما۔۔۔۔۔۔" وہ جس سے ٹکرائی تھی۔ یکدم ہی اس سے چمٹ گئی تھی۔

"زونی۔۔۔۔" حذیف نے اسے خود سے دور کیا تھا۔

"مم۔۔۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"ڈر لگ رہا ہے تو کسی کے بھی گلے لگ جاؤ گی کیا۔۔۔۔۔۔" وہ غصے سے چلایا تھا۔

"جی نہیں یہ بات نہیں۔۔۔" وہ یکدم ہی نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

"اندھیرے میں تمہیں معلوم نہیں کون ہے کون نہیں لگ گئیں گلے۔" وہ غصے میں وہاں سے چلا گیا تھا۔ زونائشہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی تھی۔

"زونی یہ سڑو اکڑو تیرا محبوب ہے۔ اس سہانے موسم میں تیرے ساتھ دو پیار بھرے پل گزارنے کی بجائے تجھے مزید ذلیل کر گیا۔۔۔" زونائشہ جتنا اس سنگدل کے بارے میں سوچ رہی تھی اتنی ہی بددل ہو رہی تھی۔ وہ وہیں ٹی وی لاونج میں کاوچ پر ٹک گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں احسن بھی آ گیا تھا۔ وہ اس سے اپنا موبائل لے کر اپنی کلاس فیلو کو میسیج کرنے لگا تھا۔ اسکی چہرے پر چھائی بشاشت دیکھ کر زونائشہ نے اسے چھیڑا تھا۔

"احسن بھائی! کیا بات ہے چپکے چپکے مسکرایا جا رہا ہے۔" حذیف اپنے کمرے سے نکل رہا تھا تو اس کے کانوں میں زونائشہ کے آخری الفاظ سنائی دیے تھے۔

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی
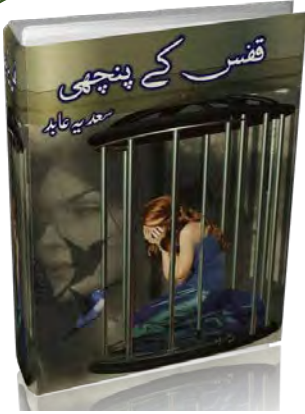
سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا
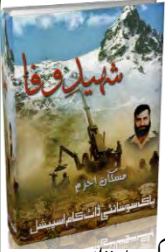
مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان

پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

"میری جان! محبت میں من ہر لمحہ مسرور رہتا ہے اسی لیے لب بنا بات بھی مسکرا رہے ہوتے ہیں۔" احسن شوخی میں بولا تھا۔ حذیف اسکے طرز تخاطب پر دنگ رہ گیا تھا۔

"اوہ تو ندا کی بات سچ تھی۔ یہ بات ہے۔۔۔" وہ ندا کی بتائی بات پر اعتبار کر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما! مجھے زونائشہ سے شادی نہیں کرنی۔۔۔۔" حذیف شام سے ہی اداس اداس سا تھا۔ اب عقیلہ بیگم کے کمرے میں بیٹھا آہستگی سے بولا تھا۔

"اے لڑکے باؤلا ہو گیا ہے کیا۔۔۔ پہلے شور تھا کہ مجھے زونی کے سوا کسی سے شادی نہیں کرنی اب شادی میں محض دو ماہ بچے ہیں تو رشتہ سے انکار کیا میں جواز جاننے کی جسارت کر سکتی ہوں۔" عقیلہ بیگم یکدم ہی خفیف سی بولی تھیں۔

"مما! زونی میرے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ سکے گی۔"

"کیوں کیا تم اسے خوش رکھنا نہیں چاہتے۔" وہ فوراً سے بولی تھی

"مما! وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔" وہ بے بس سا بولا تھا۔

"وہ اب سے نہیں بچپن سے کرتی ہے۔" عقیلہ بیگم مسکرا کر بولی تھی۔

"مما! آپکو یہ بات پتہ ہے۔" وہ متحیر سا استفسار کر رہا تھا۔

"حذیف! زونائشہ بچپن سے تمہیں چاہتی ہے۔" انہوں نے بیٹے کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مزید ستانا مناسب نہ سمجھا۔ اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیے وہ محبت پاش لہجے میں بولی تھی۔

"مما! اس نے یہ چاہت کبھی ظاہر تو نہیں کی۔" وہ نروٹھے پن سے بولا تھا۔

"بیٹا! مشرقی لڑکی اپنے منہ سے اقرار عشق نہیں کرتی وہ تو من ہی من محبوب کا دائمی ساتھ رب سے مانگتی ہے۔ وہ ساتھ اسے مل جائے تو وہ کلی پھول کی مانند کھل جاتی ہے۔ نہ ملے تو وہ محبوب کی محبت کو من کے ایوانوں میں دفنا کر سچے دل سے اپنے شوہر کو چاہنے لگتی ہے۔ تم اپنے دل سے بدگمانی نکال دو ہمیں اپنے رشتوں کو مضبوط کرنا ہے تو ہمیں اعتبار کرنا چاہئے۔" عقیلہ بیگم دھیرے سے بولی تھی۔ حذیف خاموش ہو گیا تھا۔ اسکا دل اس بات کو نہیں مانتا تھا لیکن زونائشہ کا ہمہ وقت احسن کے ساتھ پایا جانا اسے ایسا سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دن یونہی بے رنگ بے کیف گزر رہے تھے۔ زونائشہ حذیف کے سامنے آنے سے مکمل اجتناب برت رہی تھی۔ اور گھر

والے اس گریز کو شادی قریب ہونے کی وجہ سے شرم وحیا پر مہمور کر رہے تھے۔ زونائشہ نے راتوں کو جاگ جاگ کر رب سے اسے مانگا تھا اسکی چاہت مانگی تھی۔ لیکن حذیف نے اسکے کردار پر انگلی اٹھا کر اسے اس سے نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ محبت کے بغیر انسان جی سکتا عزت کے بغیر جینا نہ ممکن ہے۔ وہ دبے دبے لفظوں میں ماں کو شادی نہ کرنے کا کہہ چکی تھی لیکن اسکی کوئی سنوائی نہ تھی۔ احسن بھی اب زونائشہ سے بالکل بات نہیں کرتا تھا وہ تو حذیف کی کم عقلی پر ماتم کناں تھا کہ کسی کی باتوں میں آکر اپنی بچپن کی محبت کو یوں سرعام رسوا کر دیا۔ وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ

میں نے دیکھا ہے عشق والوں کو

عقل سے ان کا واسطہ نہیں ہوتا

عشق والے دنیا والوں کے بہکانے میں نہیں آتے۔ عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے وہ تو بس تصور جاناں گم ہو کر شب و سحر اسی کی چاہت میں گرفتار رہتے ہیں۔ محبت میں محبوب پر خود سے زیادہ اعتبار ہوتا ہے یہ اعتماد ہی ہوتا ہے جو محبت میں آئے زرد موسم کو سبز موسم میں تبدیل کر دیتا ہے۔

شادی کے شادیانے گونج اٹھے تھے۔ حذیف، زونائشہ، احسن تینوں ہی چپ چپ تھے۔ یہ بات سبھی نوٹ کر رہے تھے۔ شادی کی تقریبات بھی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ نئ ازدواجی زندگی کا آغاز اجنبیت بھرے انداز میں کیا نہ حذیف نے شک کے درخت کا کانٹا گوارا کیا نہ ہی زونائشہ نے اپنی پاکدامنی ثابت کرنا چاہیے۔ زندگی کے خوبصورت و دلکش لمحات اسی خاموشی کی نذر ہو گئے۔ زونائشہ نے کہیں پڑھا تھا کہ محبت کو الفاظ میں نہیں لہجوں میں تلاش کریں کیونکہ الفاظ تو منافقین کے بھی بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ حذیف کی حقارت بھری نظریں اسے اپنے آر پار محسوس ہوتی تھی۔ زونائشہ اسکے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی لیکن گھر والوں کی وجہ سے سب اچھا ہے کی ایکٹنگ دونوں ہی شاندار انداز میں کرتے تھے۔ کمرے میں رے ایک دوسرے سے لا تعلق اور کمرے سے باہر ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے بن جاتے۔ زونائشہ اب تھک رہی تھی اس دکھاوے سے وہ اب چڑچڑی ہوتی جا رہی تھی۔

خوش نصیب ہوتی ہیں وہ لڑکیاں جنکا میکہ اور سسرال الگ الگ ہو میں تو اک کمرے سے رخصت ہو کر دوسرے کمرے میں آگئی ہوں۔ لاکھ چاہنے کے باوجود میں اپنے میکے اپنے کمرے میں نہیں جا سکتی۔ وہ جتنا سوچتی اتنا ہی کڑھتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اب تو چند دنوں سے حذیف کے رویئے میں تبدیلی آگئی تھی۔ تبدیلی کی وجہ ندا کی ای میل تھی جس میں اس نے اعتراف کیا تھا کہ اسے حذیف سے محبت ہو گئی تھی حذیف کو پانے کی خاطر اس نے زونائشہ کے کردار پر کیچڑ اچھالی تھی۔ زونائشہ اور احسن

کے درمیان ایسا کچھ نہیں وہ اپنے کیے پر سخت پشیمان تھی اس نے حذیف سے معافی مانگی تھی۔ حذیف نے غصے میں اسے فون کر کے خوب جلی کٹی باتیں سنائی اور وہ چپ چاپ سنتی رہی۔ اور ہر دو منٹ بعد یہی کہتی رہی مجھے معاف کر دو۔ حذیف نے کال کاٹ دی تھی۔ وہ اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ مضطرب سا رہتا زونائشہ سے مخاطب ہونا چاہتا تھا۔ زونائشہ پہلو بچا کر ادھر ادھر ہو جاتی تھی۔ حذیف کے بدلے انداز و نظر اسے خوف میں مبتلا کر رہے تھے کہ مرد ہے نہ عورت دسترس میں ہو کر بھی دسترس میں نہ ہو یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ میں بھی اپنی نسوانیت کو یوں نہیں روندنے دونگی۔ وہ جتنا سوچتی اتنا ہی تلخ ہوتی۔

حذیف کو نئی برانچ کی سیٹنگ کے لیے اسلامہ آباد جانا تھا۔ وہ زونائشہ کو ساتھ لے جانے کا خواہش مند تھا۔ اور گھر کے بڑوں کی وجہ سے اسکی یہ خواہش لمحہ بھر سے پہلے پوری ہو گئی تھی۔ وہ خوش تھا کہ وہ زونائشہ کو منا لے گا اپنے لہجے کی بدصورتی پر اس سے معافی مانگے گا۔ دونوں کو اسلام آباد آئے دو دن ہوئے تھے کہ اسے مری والی برانچ جانا پڑا تھا۔ مری آکر اسے ایک میٹنگ اسلام آباد میں اٹینڈ کرنی تھی۔ اسے اپنا خیال رکھنے کی ڈھیر ساری تاکید کرنے کے بعد وہ زونائشہ کو مری میں ہی چھوڑ گیا تھا۔ زونائشہ اسکے بدلے ہوئے رویہ پر شاکی تھی وہ ہمہ وقت اسی خوف میں رہتی کہ اب تو وہ تنہا اسی کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ کیسے خود کو حذیف سے دور رکھ سکے گی جتنا سوچتی اتنا ہی الجھتی تھی۔

"میں دل سے آپ دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ لوگوں نے میری جان بچائی ہے۔" حذیف ہانپتا کانپتا بمشکل تمام کھائی سے اوپر آیا تھا۔ کئی لمحے تو یونہی بے سدھ پڑا رہا تھا۔ پھر ہمت کر کے اٹھا تھا اور ان دونوں لڑکوں سے مصافحہ کیا تھا۔ اور شکریہ ادا کیا تھا۔ حاشر اور احمد دونوں مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے حذیف کو اپنی گاڑی میں ہی اسکی منزل مقصود پر پہنچایا تھا۔ ہوٹل منیجر اسکی ابتر حالت دیکھ کر فوراً دوڑے چلے آئے تھے۔ اس سہارا دے کر اسکے کمرے تک چھوڑنے آئے تھے۔

کمرے کے دروازے پر کئی بار دستک دی جا چکی تھی۔ لیکن جواب ندارد تھا۔

"زونی اوپن دا ڈور۔" وہ درد سے کراہتا ہوا بولا تھا۔

زونائشہ جو دستک سے ڈر گئی تھی حذیف کی نحیف سی آواز سن کر اس کی جان میں جان آئی تھی وہ بھاگتی ہوئی دروازے پر آئی تھی۔ جھٹ لاک کھولا تھا۔ اور حذیف کے سینے سے لگی تھی۔

"زونی! روم میں چلو۔" اسکے سینے میں شدید درد کی لہر اٹھی تھی۔

"حذیف کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔؟" وہ زار و قطار روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"زونی! یار پلیز روم میں چلو۔" آتے جاتے لوگ انھیں دیکھ رہے تھے۔ اسے عجیب سا لگ رہا تھا۔ زونی فوراً اس سے دور ہوئی تھی۔

"سر میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" منیجر اس یہ کہہ کر روم میں چھوڑ گئے تھے۔

"زونی! میرے پاس آؤ۔" حذیف نے بانہیں پھیلائی تھی وہ روتی ہوئی ان میں سمائی تھی۔

"حذیف میرا یقین کرو تمہارے سوا کبھی کسی کا تصور نہیں کیا چاہنا تو دور کی بات ہے۔ میں دو راتیں تین دن بنا پانی کے مچھلی کی طرح تمہارے لئے تڑپی ہوں۔ میرا احسن بھائی سے بہن بھائی کے علاوہ دوسرا کوئی رشتہ نہیں۔" وہ روندھی ہوئی آواز میں شادی کے چھ ماہ بعد آج اپنی صفائی میں لب کشائی کی تھی۔

"زونی! مجھے معاف کر دو۔" وہ ندامت و پشیمانی سے سر جھکا کر بولا تھا۔ حذیف نے اسکی پیشانی پر لب رکھ دیئے تھے۔

کسی شام مجھ میں قیام کر میرا رنگ و روپ نکھار دے

جو گزر گئی سو گزر گئی میری باقی عمر سنوار دے

زونائشہ استحقاق سے اس سے اپنا حق وصول رہی تھی۔ دونوں کی بھیگی آنکھیں مسکراتے لب تھے۔ سرد دسمبر کی سہانی شام میں دلوں سے کدورت دور ہو گئی تھی۔ دو محبت کرنے والوں کا ملن ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆